اخبارِ اُمت

مصر: انتخابات 'کی تیاریاں'

مسلم سجاد

اخوان المسلمون کے دو سو سے زائد سرکردہ راہ نماؤں کی گرفتاری نے مصر میں مغرب نواز سیکولر حکمرانوں کی جمہوریت کا حقیقی چہرہ دنیا کو ایک دفعہ پھر دکھا دیا ہے۔ اخوان المسلمون ملک کی سب سے بڑی حزب اختلاف ہے۔ ۱۹۸۷ کے انتخابات کے نتیجے میں پیپلز اسمبلی کی ۵۸ ہ نشستوں میں سے ۳۷ اس نے حاصل کی تھیں۔ ۱۹۹۰ کے انتخابات کا 'بیشتر جماعتوں کے ساتھ 'اخوان نے بھی بائیکاٹ کیا تھا۔ اب نومبر میں ہونے والے انتخابات میں اس کی قوت کا اندازہ ایک دفعہ پھر ہونا ہے' لیکن حسب معمول حکمران اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئے ہیں۔ حسنی مبارک کی حکمت عملی یہ ہے کہ الجیریا جیسی متوقع صورت حال سامنے آنے سے پہلے ہی معاملے کو سنبھالا جائے۔ ایک معروف اہل قلم محمد سید احمد کے مطابق 'حکومت جانتی ہے کہ اگر خصوصی اقدامات نہ کیے گئے تو یہ (اخوان) معتدل اسلام پسند اکثریتی پارٹی کی حیثیت سے ابھر آنے کی بہترین پوزیشن میں ہیں۔ انتخابات کے متوقع "یقینی نتائج" کے باوجود اس دفعہ اخوان نے انتخابات لڑنے کی سنجیدگی سے تیاریاں شروع کر دی تھیں۔ گذشتہ دو انتخابات میں انھیں خود امیدوار کھڑے کرنے کی اجازت نہ تھی۔ دوسری پارٹیوں کے تحت ان کے امیدواروں نے انتخابات لڑے' لیکن اس دفعہ وہ حکومت کے اس فیصلے سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں کہ امیدوار انفرادی حیثیت سے کھڑے ہوں گے۔ گذشتہ سال کے اختتام پر اخوان کے نظم نے مختلف حلقوں کے لیے امیدواروں کا تعین کر لیا تھا۔ لیکن اب ان امیدواروں اور سیکڑوں دوسرے راہ نماؤں کی گرفتاری نے کارکنوں اور عوام میں بے چینی کی لہر دوڑا دی ہے۔

گذشتہ تین سال سے انتہا پسند الجماعۃ الاسلامیہ کو کچلنے کے لیے حسنی مبارک کی حکومت نے قتل و خوں ریزی اور جبر و تعذیب کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ اخوان کے ساتھ نسبتاً نرم رویہ رکھا گیا اور

انھیں کام کرنے کی کچھ آزادی دی گئی۔ حکومت کا خیال ہے کہ اس نے الجماعۃ کی سرگرمیوں کو محدود کرنے میں کامیابی حاصل کر لی ہے۔ اب اسے اخوان کا خطرہ نظر آنے لگا ہے۔ چنانچہ سوڈانی حکومت سے رابطوں کے الزام میں ان کے خلاف سال کے آغاز سے ہی کارروائیاں کی جا رہی ہیں اور اب جون میں عدیس ابابا میں حسنی مبارک پر قاتلانہ حملے کے بعد' بڑے پیمانے پر ہاتھ ڈالا جا رہا ہے۔ اسی لیے ایک رائے یہ ہے کہ عدیس ابابا کا ناکام حملہ خود مصری حکومت کا اپنا ہی ڈرامہ تھا۔

مغربی تبصرہ نگار ملک کے خراب معاشی حالات کو اسلامی تحریکوں کی مقبولیت کا سبب بتاتے ہیں۔ یہ خراب معاشی حالات مغرب کے نمایندوں کی برسوں کی بلا شرکت غیرے مکمل اختیارات کے ساتھ حکومت کا نتیجہ ہیں۔ ملک کی ۶ کروڑ آبادی میں سے ۹۸ فیصد دریائے نیل کے ارد گرد کی زرخیز پٹی پر آباد ہے اور ٹرین کے ایک طویل سفر میں' اندر مسافروں کی بے چارگی اور باہر ۵ ۳ اسٹیشنوں سے گزرتے ہوئے غربت کے مناظر دیکھ کر حالات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ غریب' آبادی کا ۸۰ فی صد ہیں۔ ایک خاندان کی اوسط ماہانہ آمدنی ۳۲ پونڈ سے زیادہ نہیں۔ ایک مزدور کو سارے دن کی مشقت کے بعد ۲ پونڈ سے زیادہ نہیں ملتے۔ مگر یہ بھی اپنے کو خوش قسمت سمجھتے ہیں اس لیے کہ ۴۰ فی صد بے روزگار ہیں۔ یہ ایک مصر ہے' دوسرے درجے کے شہریوں کا۔ اور دوسرا مصر سرکاری اور فوجی افسروں کا اور خوشحال تاجروں کا مصر ہے' جو اول درجے کے شہری ہیں۔ ایک استاد عبدالمنعم محمد نے کہا: پولیس پیسے والوں اور طاقتوروں کا ساتھ دیتی ہے۔ ہم اہل اختیار کے پاس جانے سے ہر ممکن گریز کرتے ہیں۔ کسی کو ان سے انصاف کی امید نہیں۔

اخوان المسلمون اسی معاشرے میں سرگرم عمل ہیں۔ ان کی دعوت اللہ کی بندگی کی طرف پلٹنے کی دعوت ہے۔ وہ گاؤں گاؤں پھیلے ہوئے ہیں۔ مسجدیں ان کی سرگرمیوں کا مرکز ہیں۔ جمعہ کی نمازوں کے اجتماع ان کی پیغام رسانی کا سب سے موثر ذریعہ ہیں۔ ہر مصیبت کے وقت' زلزلہ ہو یا سیلاب' وہ سب سے آگے ہوتے ہیں۔ انھوں نے ملک بھر میں رفاہی خدمات کا' اسپتالوں کا اور اسکولوں کا جال پھیلا دیا ہے۔ "یہ مصر کی سب سے موثر اور مقبول عوامی تحریک ہے۔ اس نے رفاہی کاموں کے ذریعے عوام میں اپنے لیے حمایت حاصل کی ہے۔ اور عدلیہ' تعلیم' ذرائع ابلاغ اور پیشہ ورانہ تنظیموں سے وابستہ متوسط طبقہ میں اہم مقام حاصل کر لیا ہے۔ (فنانشل ٹائمز' ۹ اگست ۹۵)

اب 'جمہوریت نواز' حکمرانوں کو یہ مسئلہ درپیش ہے کہ ان کا راستہ کیسے روکا جائے۔ ایک نقطہ نظر یہی ہے کہ آہنی ہاتھ سے: جس طرح الجماعت الاسلامیہ کو کچلنے کی کوشش کی گئی ہے۔ شاید گرفتاریاں بھی اس لیے ہیں کہ اخوان کے نوجوان عناصر جوش سے مغلوب ہو کر نکل آئیں اور پھر

حکومتی مشینری ان پر ٹوٹ پڑے۔ فنانشل ٹائمز نے گرفتاریوں پر تبصرہ کی سرخی ہی یہ لگائی ہے Egypt's Islamists: Prescribed or provoked? یعنی انھیں دبایا جا رہا ہے یا چھیڑ کر اکسایا جا رہا ہے؟ حکومت کے ایسے خیر خواہ بھی ہیں' مثلاً سابق چیف جسٹس سعید عشماوی جو مشورہ دے رہے ہیں کہ اخوان کا مقابلہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ 'موجودہ اداروں کو مضبوط کیا جائے اور رفاہی خدمات کے دائرے میں جہاں اخوان جگہ بنا رہے ہیں زیادہ کام کیا جائے۔ ایک تھنک فورم کے سربراہ سعید النجار کا کہنا ہے کہ جمہوریت کا التوا حکومت کی بد ترین سیاسی غلطی ہوگی۔ ہر سطح پر عوام کی سیاسی شرکت سے ہی اخوان کو شکست دی جا سکتی ہے۔ کتنی ہی گرفتاریاں کر لی جائیں' اخوان کے اثر و نفوذ میں اضافہ ہی ہو گا۔

خود اخوان کے اندر بھی اعتدال پسندی اور انتہا پسندی کی بحث ہے۔ حکومت کے سخت گیر اقدامات اعتدال پسندی کے موقف کو کمزور کرتے ہیں۔ الجماعۃ میں اخوان کے ایسے سابق لوگ بھی ہیں جو اس کی حکمت اختیار کرنے کی پالیسی سے غیر مطمئن ہو کر ادھر چلے گئے۔ قاہرہ میں کئی مبصر کہہ رہے ہیں کہ حکومت کے یہ اقدامات معتدل بنیاد پرستوں کو تشدد کی طرف دھکیل دیں گے۔ الاہرام میں معروف کالم نگار فہمی ہویدی نے لکھا ہے کہ "حکومت وہی غلطی کر رہی ہے جو الجیریا میں ۱۹۹۲ کا الیکشن منسوخ کر کے کی گئی تھی۔ مرشد عام حامد ابو النصر اور نائب مصطفیٰ المشہور کے بعد متوقع جانشین ابراہیم ظفرانی اور عصام اریان اب جیل میں ہیں۔ نوجوان حکومت کے ساتھ سخت پالیسی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ ایک قائد مامون البضیبی خود کہتے ہیں: ہمارے نوجوان کچھ کر گزرنا چاہتے ہیں' ایک ناامیدی کی کیفیت ہے کہ ہمارا وجود برداشت نہیں کیا جا رہا۔ ہمیں جواب دینے پڑتے ہیں۔ گرفتاریوں پر مامون البضیبی کا تبصرہ یہی تھا: 'یہ نومبر کے انتخابات کی تیاری ہے'۔

مسلم ممالک کے عاقبت نااندیش حکمرانوں اور ان کی سرپرست مغربی طاقتوں کے سامنے الجیریا کی مثال ہے لیکن یہ جمہوری اقدار کو کام کرنے کا موقع دینے کے بجائے تسلط' جبر اور آمریت کے ہتھکنڈے آزما کر قوم کو تباہ و برباد کرنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ فرانس کے نئے صدر شیراک انتخابات سے پہلے مداخلت کرنے ' سکھانے ' کے خلاف اور مصالحت کی حمایت میں بول رہے تھے۔ نئے وزیر اعظم نے اس وقت وزیر خارجہ کی حیثیت سے الجیریا میں آزادانہ انتخابات کی حمایت کی تھی۔ ان کے انتخابات جیتنے پر الجیریا کے حکمرانوں میں سراسیمگی تھی لیکن عملاً وہی پالیسی برقرار ہے۔ اگر فرانس کی پشت پناہی نہ ہوتی تو الجیریا کے حکمران اپنے عوام کا مقابلہ نہ کر سکتے تھے۔ الجیریا میں ہر ہفتے ۵۰۰ سے ایک ہزار افراد قتل کیے جا رہے ہیں۔ حال ہی میں پیرس میں تین نہایت سینیر اور معروف افراد کا ایک کتابچہ بھی شائع ہوا

ہے جس میں حکومت کو الجیریا میں اسلامی فرنٹ سے رابطہ بحال کرنے کا مشورہ دیا گیا ہے۔ ان لکھنے والوں کا اتنا مقام اور حیثیت ہے کہ اسے حکومت کی پالیسی میں تبدیلی نہیں تو کم از کم اعلیٰ سطح پر اختلاف کا مظہر قرار دیا جا رہا ہے۔ کیا مغربی دنیا میں حسنی مبارک کا کوئی خیر خواہ نہیں جو اسے بھی یہ مشورہ دے کہ وہ ملک میں آزادانہ انتخابات منعقد کروادے تاکہ عوام کی مرضی کے نمایندے اقتدار سنبھالیں، جس طرح ہر مغربی ملک میں ہوتا ہے۔

(ماخذ: فنانشل ٹائمز، ۳۱ جولائی، ۲ اگست، ۹ اگست، گارجین ۸ اگست ۹۵)

منیلا مذاکرات: مورو مسلمانوں کی جدوجہد آزادی

محمد ایوب منیر

مورو نیشنل لبریشن فرنٹ اور حکومت فلپائن کے درمیان جنرل سانتوز شہر میں ہونے والے مذاکرات بے نتیجہ ختم ہوگئے ہیں۔ حکومت فلپائن نے فرنٹ کے سربراہ نور میسواری کو دعوت دی ہے کہ وہ چار صوبوں کے گورنر بن جائیں۔ نور میسواری اپنے موقف پر قائم ہیں کہ فلپائن کے تیرہ مسلمان اکثریتی صوبوں کو خود مختاری دی جائے۔ یہ مذاکرات حکومت انڈونیشیا کے ایما پر ہوئے، جس کے نمایندے نے مذاکرات میں شرکت کی۔ امید ہے کہ ستمبر کے آخر میں مذاکرات کا ایک اور دور جاوا میں ہوگا۔

انڈونیشیا اور ملائشیا کے درمیان گھرا ہوا یہ ملک فلپائن سات ہزار سے زائد جزائر پر مشتمل ہے۔ اس کی آبادی سات کروڑ ہے۔ سرکاری اعداد و شمار کے مطابق مسلمانوں کی آبادی ۵۰ لاکھ ہے جبکہ مسلمانوں کا دعویٰ یہ ہے کہ جنوبی فلپائن کے ۱۳ صوبوں میں ان کی آبادی ۹۰ لاکھ سے زائد ہے۔

مورو مسلمان جنوبی فلپائن میں ایک آزاد اسلامی ریاست کے قیام کے لیے چار سو سال سے سرگرم عمل ہیں۔ اس کو دنیا کی طویل ترین جدوجہد میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ پندرہویں صدی کے آغاز میں یہاں مسلمانوں کی دو عظیم الشان ریاستیں تھیں جن کے نام سولو اور میگندانو تھے۔ ۱۵۲۱ میں ان پر ہسپانیوں نے قبضہ کیا اور ۳۷۷ سال تک یہاں حکمران رہے۔ انھوں نے شمالی افریقہ کے مسلمانوں کی طرح یہاں کے مسلمانوں کو مورو نام دیا اور انھیں عیسائی بنانے کی مہم چلائی اور شمالی علاقوں سے ہزاروں کی تعداد میں عیسائی ان علاقوں میں لاکر بسائے۔ ۱۸۹۶ میں دو کروڑ ڈالر کے عوض امریکہ نے ہسپانیہ سے فلپائن خرید لیا نیز امریکیوں نے ان مسلمان علاقوں کو جبراً فلپائن کا حصہ بنا دیا۔ فلپائن کی آزادی کے بعد حکومت نے شمالی علاقوں سے عیسائیوں کو جبری طور پر جنوب میں بسانے کا سلسلہ جاری